اَمر بالمعروف......اسلامی معاشرت کا اہم رکن

مولانا مفتی سمیع الرحمٰن زید مجدہ

''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' شریعت اسلامیہ کا اہم فریضہ اور اسلامی معاشرت کا خاص امتیازی وصف ہے، جو اہل اسلام کو ہر طرح کی فکری وعملی گمراہیوں کے تیز وتند ہواؤں سے بچا کر صراط مستقیم پر گامزن رکھتا ہے۔ یہ عمل امت کو ایک خاص مزاج میں ڈھالتا ہے جو بندگی رب تعالیٰ کے لیے ہر امتی سے مطلوب ہے۔

بعض کوتاہ اندیش اور دین بیزار لوگ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے شخصی آزادی کا سہارا لے کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو رد کرتے ہیں، زیر نظر مضمون انہی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے اور اہل اسلام میں اس کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے قلم بند کیا گیا ہے۔

امر بالمعروف کا مطلب:

''امر'' لغت میں اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی کو، کسی فعل کے بجالانے کا حکم دیا جائے اور ''معروف'' ہر اس فعل کو کہتے ہیں جو معاشرے میں مستحسن سمجھا جائے۔ لیکن اصطلاح شریعت میں معروف اس قول و فعل کو کہتے ہیں جو اطاعت الٰہی کا مظہر اور تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہو، اس قول وفعل کا نیکی ہونا عوام میں معروف ہو۔ (احکام السلطانیہ للماوردی: ص: ۶۵) چوں کہ مسلمان معاشرے میں نیکی ایک بدیہی حقیقت بن کر چھائی ہوئی ہوتی ہے، اس لیے اسے لفظ ''معروف'' سے تعبیر کیا گیا، گویا اسلام میں امر بالمعروف کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کے لائے ہوئے دین کی پیروی کا حکم دینا ہے۔

نہی عن المنکر کا مطلب:

''نہی'' امر کی ضد اور ''منکر'' معروف کی ضد ہے۔ اصطلاح شریعت میں نہی عن المنکر کا مطلب کسی کو ایسے قول و عمل سے روکنا جو رضائے الٰہی کے موافق نہ ہو۔ (الفروق للقرافی: ۲/۱۱۳، ۱۵۸) بدی چوں کہ مسلمان معاشرے میں اجنبی اور اور نامانوس چیز بن چکی ہوتی ہے۔ اس لیے اسے لفظ ''منکر'' (یعنی انجانی چیز) سے تعبیر کیا گیا۔

علامہ زبیدی نے شرح الاحیا میں امر بالمعروف کی تعریف یوں نقل کی ہے۔ ''هو ما قبله العقل، واقره الشرع

،ووافق کرم الطبع ‘‘یعنی ایسے قول کا حکم دینا جسے عقل سلیم قبول کرے،شریعت محمدیہ برقرار رکھے،شرافت طبع کے موافق ہو’’۔اور نہی عن المنکر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:’’ھو مالیس فیہ رضی اللّٰہ تعالیٰ من قولٍ أو فعلٍ‘‘.(شرح الاحیاء للز بیدی:۳/۷۰)ایسے قول وفعل سے روکنا جس میں رضائے الٰہی نہ پائی جاتی ہو۔

امر بالمعروف کی اہمیت اوراس کے ترک پر وعیدیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اہل ایمان کو حکم فرمایا:ولتکن منکم أمة یدعون الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئك ھم المفلحون .(ال عمرآن:۱۰۴)ترجمہ:’’تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلاتی رہی، بھلای کا حکم دے اور برائی سے روکے،اور وہی لوگ کامیاب ہیں‘‘.

اس آیت میں خاص ایک ایسی جماعت کے ہونے کی ترغیب دی گئی ہے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔جس معاشرے میں یہ حکم زندہ ہوگا درحقیقت وہ معاشرہ زندہ معاشرہ ہوگا ،اسی معاشرے کے افراد کو سرفرازی کا پروانہ جاری کیا گیا ہے۔

امر بالمعروف کی اہمیت وفضیلت پر بکثرت احادیث شریف منقول ہیں،اس مقام کی مناسبت سے چند منتخب احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

❶ حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:’’من رای منکم منکراً فَلْیُغَیِّرْہ بیدہ،فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ، وذلك أضعف الایمان‘‘۔(صحیح مسلم ،رقم الحدیث:۷۸،،سنن ترمذی ۲۱۷۲،سنن ابی داوٗد،۴۳۴۰)

تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے ختم کردے،اگر ہاتھ سے ختم کرنے کی قدرت نہ ہوتو زبان ہی سے اسے روک دے،اوراگر زبان سے روکنے کی طاقت نہ ہوتو دل ہی دل میں اسے برا سمجھے کہ یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

❷ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:اے لوگو!تم یہ آیت پڑھتے ہو:یا ایّھا الذین اٰمنوا علیکم أنفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم.(اے ایمان والو!تم پر تمہاری ذمہ داری ہے،اگر تم راہ راست پر ہوتو جو گمراہ ہو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ،)(المائدہ:۱۰۵)(اور اس آیت کے ذریعے امر بالمعروف کے ترک پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا)حالاں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشادفرمایا:جب لوگ ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور ظلم سے نہ روکیں تو وہ وقت دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے کسی عمومی عذاب میں گرفتار کرلے۔(سنن ترمذی،۲۱٦۸،ابن ماجہ:۴۰۰۵)

❸ حضرت عدی بن عمیرہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ’’اللہ تعالیٰ مخصوص لوگوں کے عمل بد کی وجہ سے لوگوں کو عمومی عذاب میں مبتلا نہیں کرتا، یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان منکر کو ہوتا ہوا دیکھ لیں اور اس پر نکیر کی قدرت رکھتے ہوئے نکیر نہ کریں، جب وہ یہ کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہر خاص و عام کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔(کتاب الزھد لابن المبارک: حدیث رقم:۱۳۵۲)

❹ ابن عمیرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ’’جب زمین پر گناہ کیا جا رہا ہو اسے دیکھنے والا اسے ناپسند کرتا ہو (قال مرۃً) یا اس پر نکیر کرتا ہو وہ اس شخص کی طرح ہے جو گناہ کے موقع سے غائب ہو، اور جو شخص گناہ کے موقع سے غائب ہو مگر اس گناہ پر راضی ہو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو گناہ کے موقع پر حاضر ہو‘‘۔(سنن ابی داؤد، حدیث رقم: ۴۳۴۵)

❺ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔(سنن ابی داؤد، حدیث رقم ۴۳۴۴)

۶۔حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے آپ صلی اللہ علی ہو سلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھے، صحابہ کرام نے عرض کیا: اپنے آپ کو حقیر سمجھنے کا کیا مطلب ہے؟‘ آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایسی بات دیکھے جس کی اصلاح کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ہو، لیکن وہ اس میں کچھ نہ بولے (گویا وہ خود کو اس کا اہل نہ سمجھ کر حقیر بن گیا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے مخاطب کر کے فرمائیں گے: تمہیں کس چیز نے فلاں فلاں معاملے میں (حق) بات کرنے سے روکا تھا، وہ عرض کرے گا: لوگوں کے خوف کی وجہ سے نہ بول سکا تھا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: میں اس بات کا زیادہ حق دار تھا کہ تم مجھ ہی سے ڈرتے۔(سنن ابی ماجہ)

امر بالمعروف کا شرعی حکم:

’’ولتکن منکم امۃ ‘‘میں لفظ ’’مِنۡ ‘‘بعض اہل علم کے نزدیک بیان کے لیے ہے، اس صورت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر مسلمان پر فرض عین ہوگا۔جمہور کے نزدیک لفظ ’’مِنۡ ‘‘تبعیض کے لیے ہے، اس صورت میں امت کے بعض لوگ بھی اگر یہ فریضہ انجام دیں تو دوسروں سے یہ ساقط ہو جائے گا یعنی فرض کفایہ ہے۔(روح المعانی۔اٰل عمران ذیل آیت:۱۰۴۔احکام القرآن للجصاص:اٰل عمران ذیل آیت ۱۰۴) البتہ اس کی مشروعیت پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے علامہ نووی اور ابن حزم نے اس پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے۔(شرح النووی علی مسلم ۲/۲۲)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مراتب:

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے تین مراتب بیان کئے گئے ہیں:

۱۔من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ؛قوت سے برائی کومٹانا۔
۲۔فاِن لم یستطع فبلسانہ؛زبان سے برائی کوختم کرنا۔
۳۔فاِن لم یستطع فبقلبہ؛ دل ہی میں اس کے مٹانے کا جذبہ رکھتے ہوئے اسے برا سمجھنا۔یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

مرتبہ اول کی تفصیل:

پہلے مرتبے کا دارومدار قوت پر ہے،اس لیے بعض اہل علم نے اسے خلیفۃ المسلمین ،صاحب اقتدار کے لیے خاص کیا ہے، کیوں کہ وہ صاحب قدرت ہوتا ہے،یعنی قوت سے برائی مٹانا خلیفۃ المسلمین کی ذمہ داری ہے۔لیکن ''من رأی منکم '' کی تعمیم کو بالکلیہ ختم کرکے اس مرتبے کو خلیفہ کے لیے خاص کرنا بھی درست نہیں ہے۔اس میں تفصیل ہے۔

۱۔صاحب اقتدار پر برائی کو قوت سے مٹانا فرض عین ہے۔(شرح النووی علی مسلم:۲/۲۳)

۲۔رعایا میں سے جس شخص کو ذاتی طور کسی شخص پر قدرت حاصل ہے تو اس پر بھی برائی مٹانا فرض عین ہے۔جیسے باپ کو اولاد پر،استاذ کو شاگرد پر، سردار کو قوم پر،سیٹھ کو ملازمین پر۔(شرح النووی علی مسلم:۲/۲۳)۔

۳۔اگر''منکر'' کسی ایسی جگہ میں ہورہا ہے جس کا علم صرف ایک ہی شخص کو ہے اور وہ اس کے ازالے پر قادر ہے، تو اس پر اس کا ازالہ فرض عین ہے۔(شرح النووی علی مسلم:۲/۲۳)

بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں رعایا میں سے ہر فرد کو منکر کے ازالے کے لیے قوت کا استعمال جائز ہے،مگر واجب اور فرض عین نہیں ہے،مثلا:

۴۔جان و مال اور عفت کی حفاظت کے لیے قاتل ،ڈاکو، بدمعاش کو برائی سے روکے اور اس کے لیے قوت کا استعمال کرے تو جائز ہے،اگر اس میں خود مارا گیا تو شہید اور قاتل ،ڈاکو، بدمعاش مارا گیا تو قاتل کوئی قصاص اور دیت نہیں ہے۔حضرت سعد بن زید سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''من قتل دون دینہ فھو شھید ومن قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید'' ۔(سنن ترمذی، حدیث رقم ۱۴۲۱؛ سنن ابی داوٗد، حدیث رقم:۴۷۷۲)جو شخص اپنے دین کے بچاؤ میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے، جو شخص اپنی جان کے بچاؤ میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے،اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔

۵۔اگر کوئی شخص آلات معصیت کو اپنی زور بازو سے توڑ دے اس پر بھی کوئی ضمان نہیں ہے،اور اس کے لیے یہ

جائز ہے،فرض نہیں ہے۔(الفتاویٰ الہندیہ،کتاب الکراہیہ،۶/ ۴۰۷:طبع بیروت)۔

۶۔جن مقامات پرامر بالمعروف ونہی عن المنکر عدم قدرت کی وجہ سے فرض نہ ہواس کے باوجود اگر کوئی شخص یہ فریضہ انجام اور اسے اس کا بھی یقین ہو کہ اس فریضے کی انجام دہی میں مارا جاؤں گا وہ صاحب عزیمت ہے اور اگر مارا گیا تو شہید ہے۔(الفتاویٰ الہندیہ،کتاب الکراہیہ،۶/ ۴۰۷:طبع بیروت)

۷۔امیر المسلمین کے علاوہ کسی عامی کے لیے بزورقوت ’’حدود‘‘ نافذ کرنا درست نہیں،اگراس کی اجازت عوام کو دے دی جائے تو معاشرہ لاقانونیت کا شکار ہوکر رہ جائے گا۔مسلمان کی جان ومال،دین ودنیا احساسِ تحفظ سے محروم ہوجائے گی۔(تحفۃ الناظر:ص،۴)اگرخلیفۃ المسلمین اس معاملے میں غفلت کا شکار ہوتو عوام پر لازم ہے کہ وہ خلیفہ کوحدود کے نفاذ پر مجبور کرے،یہ بھی امر بالمعروف کی ایک صورت ہے۔

۸۔مسلمانوں کی کوئی جماعت برائی کو بزورقوت مٹانے پر آمادہ ہوجائے تو س کا کیا حکم ہے؟علامہ ابن تیمیہ ،ابن القیم الجوزی،عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں،نہی عن المنکر میں چار احتمالات ہیں اگرامر بالمعروف کے نتیجے میں:

۱۔برائی ختم ہوجائے اس کی جگہ نیکی قائم ہوجانے کا امکان ہو،تو اسے بزورقوت مٹانا درست ہے۔

۲۔برائی مکمل طور پرختم نہ ہومگر پہلے سے کم ہوجانے کا امکان ہو،تو بھی امر بالمعروف درست ہے۔

۳۔اگرامر بالمعروف کے نتیجے میں برائی کی جگہ اسی طرح کی برائی وجود میں آنے کا امکان ہوتو کرنے اور چھوڑنے دونوں کی گنجائش ہے۔

۴۔اگرامر بالمعروف کے نتیجے میں سابقہ برائی سے بڑی برائی کے قائم ہونے کا احتمال ہوتو ایسے مقامات پر امر بالمعروف ممنوع ہے۔(الزوزجر:۲/ ۱۶۹،الحسبۃ:۲۷۔۲۹)

مرتبہ ثانی کی تفصیل:

زبان سے برائی ختم کرنے کی استطاعت ہوتو اولاً نیکی کی ترغیب دے،نرم لہجہ اختیار کرے،اگر یہ کارآمد نہ ہوتو سخت لہجہ اختیار کرے مگر گالی گلوچ نہ دے۔اگر یہ بھی کارآمد نہ ہوتو ڈرائے دھمکائے ۔(الفتاویٰ الہندیہ،کتاب الکراہیہ:۵/ ۴۰۷)

دونوں مراتب کے چند بنیادی اصول:

برائی کو ہاتھ سے مٹانے اور زبان سے مٹانے میں بنیادی شرط قدرت ہے۔اگر قدرت نہ ہوتو ترک کرنا جائز ہے،وجوب باقی نہیں رہتا مگر افضل کیا ہے؟

بعض فقہاء نے امر بالمعروف کو افضل کیا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "واصبر علی ما اصابك". (لقمان: ۱۷) "امر بالمعروف کے نتیجے میں جو مصیبت تم پر آئے صبر کرنا"۔

اور بعض فقہاء نے ترک کو افضل کہا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَلاتُلْقُوا بِأَيْدِيكُم اِلى التَهْلُكَة". (البقرۃ: ۱۹۵)

لیکن علامہ ابن رشد نے فرمایا ہے کہ: "اذیت ملنے کا یقین ہونے کے باوجود امر بالمعروف کا وجوب تو باقی نہیں رہتا مگر استحباب باقی رہتا ہے"؛ یہی عزالدین اور علامہ غزالی کا مؤقف ہے۔ (تحفۃ الناظر، الادب الشریعۃ، ۱/۱۸۰)

مرتبہ ثالث کی تفصیل:

اگر ہاتھ اور زبان سے برائی مٹانے پر قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھنا فرض عین ہے، اور یہ ارادہ رکھنا ضروری ہے کہ جب بھی قدرت ملی اسے مٹاؤں گا۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: "اَوحى الله عزوجل اِلى جبرائيل عليه السلام: أن اقلب مدينة كذا وكذا بأهلها قال: يارب: اِن فيهم عبدك فلاناً لم يعصك طرفة عينٍ. قال: فقال: اقلبها عليه وعليهم فاِن وجهه لم يتعمّر فيّ ساعة فقطّ". (شعب الایمان للبیہقی ۶/ ۹۵، رقم الحدیث: ۷۵۸۷) "اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو شہر والوں سمیت الٹ دو، حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا: اے میرے پروردگار! اس شہر میں آپ کا فلاں بندہ بھی ہے، جس نے ایک لمحہ بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ سے فرمایا: تم اس شہر کو اس شخص پر اور سارے شہر والوں پر الٹ دو؛ کیوں کہ شہر والوں کو میری نافرمانی کرتا ہوا دیکھ کر اس شخص کا چہرہ میرے حق میں ایک گھڑی کے لیے بھی متغیر نہیں ہوا"۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں حاکم کی اجازت؟

جب کسی مسلمان کو برائی کے مٹانے پر قدرت حاصل ہو تو کیا اسے اس برائی کے مٹانے کے لیے حاکم وقت کی اجازت لینا ضروری ہے؟

اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک یہ فریضہ صرف وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو صاحبِ اقتدار ہوں یا ان کی طرف سے اس کام پر مامور ہوں، عوام کو انفرادی طور پر یہ فریضہ انجام دینا درست نہیں۔

جمہور علمائے امت کی رائے اس کے برعکس ہے، ان کے نزدیک ہر مسلمان یہ فریضہ انجام دے سکتا ہے؛ کیوں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے دلائل عام ہیں، ان کی عمومیت کو ختم کر کے اسے اصحاب اقتدار کے ساتھ خاص کرنا

درست نہیں ہے۔البتہ دو امور میں حاکم وقت کی جازت لینا ضروری ہے ۔ جہاں برائی کے مٹانے اور معروف کے قیام کے لیے حاکم وقت کی مدد لینا ناگزیر ہو جائے ، یا حدود، لشکر کشی قائم کرنے کی ضرورت پڑ جائے ۔

اس کے علاوہ پانچ صورتیں ہیں:

۱۔کسی کو برائی اور بھلائی سے روشناس کرانا۔

۲۔نرم لہجے کے ساتھ برائی چھوڑنے اور بھلائی اپنانے کی نصیحت کرنا۔

۳۔تند لہجے سے برائی کو ختم کرنے اور بھلائی کو قائم کرنے کی کوشش کرنا۔

۴۔زور بازو سے برائی ختم کرنا۔جیسے شراب بہا دینا، گانے بجانے کے آلات توڑ دینا وغیرہ۔

ان چاروں صورتوں میں حاکم وقت کی اجازت ضروری نہیں ہے۔البتہ پانچویں صورت میں تفصیل ہے۔

۵۔ مار کٹائی کی دھمکی دے کر برائی کو ختم کرنے کی کوشش کرنا،اس میں اہل علم کا اختلاف ہے، کیوں کہ اس صورت میں دونوں طرف گروہ بندی ہو جاتی ہے اور اسلحہ نکل آتا ہے جس کا نتیجہ ایک بڑے فتنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔(الاحیاء:۲/۳۰۲)اس لیے اس میں حاکم وقت کی اجازت ضروری ہے، یہ مذہب جمہور کا ہے۔(الزواجر عن اقتراف الکبائر،۲/۱۷۰،شرح النووی علی مسلم،۲/۲۳،الاحکام السلطانیہ للماردی ص:۲۴۰) بعض اہل علم اس صورت میں بھی اذن امام کے قائل نہیں ہیں۔واللہ اعلم.

علامہ ابن العربیؒ اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:قوت وفوج اور اسلحہ کے زور پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر صرف حاکم اور صاحب اقتدار کا حق ہے،اگر عام آدمی کو دوسرے مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی جائے تو یہ فتنہ کی شکل اختیار کر جائے گا، ہاں اگر ترکِ نہی یا ترکِ امر سے برائی کے زور پکڑ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر ہر حال میں نہی عن المنکر کرنا ضروری ہے۔(احکام القرآن لابن العربی)

یہ ایک اہم نکتہ ہے جس کی طرف ابن العربیؒ نے اشارہ کیا ہے۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کو امامِ وقت کی طرف سپرد کرنے کی حکمت یہ ہے وہ اپنے عددی اور مادی وسائل کے ذریعے برائی کو بغیر کسی احتمال فتنہ کے ختم کر سکتا ہے،اور اگر حاکم وقت ہی اس برائی کا محافظ بن جائے تو پھر اس فریضے کو امام وقت کے سپرد کرنے کا مطلب احکام شریعت کو معطل کرنا ہے، سپردِ امام کی حکمت محض تحفظِ شریعت تھی ،اگر وہی حکمت تعطلِ شریعت کا ذریعہ بن جائے تو پھر برائی کے غلب آنے اور اسلام کے اجنبی ہونے میں زیادہ زمانہ نہیں لگے گا۔

علامہ ابن العربیؒ کے موقف کو علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں نقل فرما کر تصویب فرمائی ہے۔(احکام القرآن ظفر احمد عثمانی،ال عمران ذیل آیت ۱۰۴)

علامہ جصاصؒ فرماتے ہیں کہ: علمائے امت، اور سلف وخلف کے فقہاء مین سے کسی نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے وجوب کا انکار نہیں کیا سوائے چند اہل حدیث کے جن کا قول غیر معتبر ہے۔(احکام القران للجصاص: آل عمران آیت:۱۰۴)

امر بالمعروف کے لیے متقی ہونا ضروری نہیں ہے:

اہل سنت کے نزدیک امر بالمعروف کے لیے متقی ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ یہ فریضہ فاسق وفاجر بھی انجام دے سکتا ہے، اگر اس کے متقی اور صالح ہونے کی شرط عائد کردی جائے تو پھر اس فریضے کی ادائیگی چند لوگوں تک محدود ہوجائے گی۔(احکام القرآن لابن العربی)

خود نیک اور صالح ہونا مطلوب ہے اور دسروں کو نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا بھی مطلوب ہے، ایک کے نہ ہونے سے دوسرے کا سقوط لازم نہیں آئے گا۔(الفتاویٰ الہندیہ، ۵/ ۴۰۸طبع بیروت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ سے یہی مفہوم متبادر ہوتا ہے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا:

مروا بالمعروف وإن لم تعملوا به،وانهوا عن المنكر وإن لم تجتنبوه كلّه.(اخرجه الهيثمى فى المجع ۲۷۷/۷ ط:القدسى)

نیکی کا حکم دو اگر چہ تم اس پر عمل پیرا نہ ہو، برائی سے روکو اگر چہ تم پوری طرح اس سے بچ نہ سک رہے ہو۔

اہل علم کے مابین مجتہد فیہ امور میں نکیر کرنا جائز نہیں:

نہی عن المنکر سے وہ منکرات مراد ہیں جس کے منکرات ہونے پر سب اہل علم، آئمہ مجتہدین کا اتفاق ہو(الفواکہ الدوانی:۳۹۴/۲) لہٰذا آئمہ مجتہدین اور علمائے حق کے مابین امور فرعیہ اجتہادیہ میں اختلاف کے باعث کسی کی رائے پر عمل کرنے والا شخص ملامت کا مستحق نہیں ہے(شرح النووی علی مسلم ۲۳/۲،کتاب الفقیہ والمتفقہ ،۲/ ۲۷،۲۸)البتہ اس میں امر بالمعروف کا فریضہ انجام دینے والا اسے اپنے اس موقف کے اپنانے کی ترغیب دے سکتا ہے جسے وہ حق سمجھتا ہے۔(الاشباہ والنظائر للسیوطی:ص:۱۴۱)

ہاں اگر کسی کا اختلاف بلا دلیل کے ہے، اس کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں، اس پر نکیر درست ہے۔(حاشیہ ردالمحتار:۴۰۳/۵)

عوام کے لیے علماء کرام کو امر بالمعروف کرنا جائز نہیں ہے:

عامی کے لیے قاضی، مفتی، عالم کو امر بالمعروف کرنا جائز نہیں ہے۔(الفتاوی الہندیہ:۵/ ۴۰۸طبع بیروت)

ایک تو اس لیے کہ اس میں بے ادبی ہے، دوسری بات یہ ہے بعض اوقات عامی ایک چیز کو منکر سمجھ رہا ہوتا ہے،

لیکن وہ منکر نہیں ہوتا۔ یا منکر اس درجے کا نہیں ہوتا جس پر نکیر واجب ہو، یا بعض اوقات کوئی دوسری وجہ ہوتی ہے ، عامی عموماً اس سے واقف نہیں ہوتا۔ البتہ اگر کوئی صریح گناہ میں مبتلا ہے، اس پر نکیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امر بالمعروف کی شرائط:

۱۔ مسلمان ہونا:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے پہلی شرط مسلمان ہونا ہے، کافر کو مسلمانوں پر حکم چلانے کا حق نہیں ہے، کیوں کہ یہ منصب اہل عزت کا منصب ہے اور کافر اس منصب کا اہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: "ولن یجعل اللّٰہ للکافرین علی المومنین سبیلاً". (النساء:۱۴۱) ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہرگز راہ نہ دے گا''۔ نیز یہ فریضہ دین کی نصرت اور اس کے احیا کے لیے ہونا ہے، کافر تو سرے سے اس کا قائل ہی نہیں۔ (احیاء علوم الدین:۲/ ۳۹۸)

۲۔ علم شریعت سے واقف ہونا:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ علم شریعت سے واقف ہو۔ (احکام القرآن ظفر احمد عثمانی، ال عمران، ذیل آیت ۱۰۴) جس فعل کے کرنے یا جس فعل کے روکنے کا حکم دے رہا ہے، اس کے حسن وقباحت سے واقف ہو، نیز اس کو یہ معلوم ہو کہ اگر یہ منکر ہے تو کس درجے کا ہے؟ غیر اولیٰ ہے، مکروہ تنزیہی ہے، مکروہ تحریمی ہے یا حرام ہے؟ پھر اس کے موافق معاملہ کرے، اگر کسی معروف کا حکم دے رہا ہے تو اس کا بھی درجہ معلوم ہو، اولیٰ وافضل ہے۔ مستحب ہے، واجب ہے یا فرض ہے؟

کیوں کہ علم شریعت سے ناواقف شخص بعض اوقات کسی چیز کو منکر سمجھ لیتا ہے، لیکن وہ معروف ہوتا ہے، یا معروف سمجھ لیتا ہے لیکن وہ منکر ہوتا، یا معروف ومنکر کی پہچان ہوتی ہے لیکن اس کے درجے سے واقف نہیں ہوتا، جس کی وجہ امت میں انتشار پھیلتا ہے۔

۳۔ قدرت کا ہونا:

اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی قدرت نہ ہو، جس کی تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے تو پھر معذور ہے۔ (احکام القرآن ظفر احمد عثمانی، ال عمرآن ذیل آیت:۱۰۴)

۴۔ نیک مقصد کا ہونا:

امر بالمعروف سے مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور احکام شریعت کا غلبہ ہو، ریا کاری، شہرت، یا کسی مسلمان کی تذلیل مقصد نہ ہو۔ (الفتاویٰ الہندیہ، ۵/ ۴۰۷ طبع بیروت)۔